أحكام الائتلاف في أحكام الاختلاف

اختلاف حق و ناحق کی تفصیل

حاصل رسالہ **ہر اختلاف مذموم نہیں**

باہتمام
محمد عبید اللہ الاسعدی
استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

اتحاد بک ڈپو دیوبند

تمہید

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امت مسلمہ امتداد زمانہ کے ساتھ بدحالیوں وبداعمالیوں کا شکار ہوکر جن امراض میں مبتلا ہے، ان میں مسلمانوں کے درمیان آپسی اختلافات کی بابت ان میں افراط وتفریط کا مرض بھی ہے کہ بعض کو کسی طرح کے اختلاف سے کوئی جھجک وباک نہیں اور بعض کا رخ یہ ہے کہ کسی حال میں کسی معاملہ میں منصوص ہو یا ظنی ومجتہد فیہ؛ باہم اختلاف کا سوال نہیں اور امت کے درمیان ہر اختلاف مذموم ہے اور اس سلسلے کی نصوص کا مصداق ہے، حالاں کہ علماء امت نے ہر عہد میں وضاحت کی ہے اور نصوص میں اشارات وواقعات موجود ہیں کہ سرے سے اختلاف کا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور یہ نہ ہوا ہے، نہ ہوسکتا ہے۔

اس بابت علماء امت کی بصیرت افروز تحریریں موجود ہیں۔ اختلاف ائمہ کا موضوع اسی سے مرحبط ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تحریروں میں بھی یہ مضمون بسط ووضاحت کے ساتھ آیا ہے۔

آخری عہد میں حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ جن کی امت کے احوال

پر بڑی نظر تھی اور جن سے استفسارات بھی خوب ہوتے تھے، اس موضوع سے متعلق ان کی تحریریں بڑی بصیرت افروز ہیں، حتی کہ حضرت نے ایک مبسوط ومفصل رسالہ تحریر فرمایا۔

اور اس طالب علم نے اس موضوع سے متعلق کچھ رسائل ترتیب دیے ہیں تو مناسب سمجھا کہ حضرت کا رسالہ بھی مستقلاً شائع کیا جائے کہ یہ وقت کی ایک ضرورت ہے، حق تعالیٰ اس کو قبول فرما کر مفید عام فرمائے۔ آمین!

فقط

محمد عبید اللہ الاسعدی غفرلہ

استاذ جامعہ عربیہ ہتھوڑا، باندہ

۱۴۲۵/۴/۲ھ

بعد الحمد والصلوٰۃ، مقصد اس تحریر سے ایک غلطی عظیم کا رفع کرنا ہے، جس میں قریب قریب عام ابتلاء ہو رہا ہے الا ماشاء اللہ۔

اور وہ غلطی یہ ہے کہ عام طور پر علی الاطلاق اتفاق کو مطلوب اور اختلاف کو مذموم سمجھا جاتا ہے بالخصوص اگر علماء میں کسی قسم کا بھی اختلاف ہو جائے تو اس کے سبب ان پر سخت طعن کیا جاتا ہے اور اس مدعیٰ پر دلائل مطلقہ سے (گو وہ کسی دلیل مستقل سے مفید ہی ہوں) تقریراً و تحریراً استدلال کیا جاتا ہے۔

اس خیال کے غلط ہونے پر احقر وقتاً فوقتاً تقریر و تحریر سے متنبہ بھی کرتا رہا ہے لیکن کسی داعیِ قوی کے پیش نہ آنے کے سبب اس مستقل تنبیہ کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا۔ امسال بعض اسبابِ خاصہ کے سبب بعض مراکز تعلیمیہ کی جماعت کے آحاد (افراد) میں کچھ اختلاف پیش آیا اور امتداد و اشتداد میں کسی قدر معمول سے بڑھ بھی گیا اور اس کے متعلق بعض صاحبوں نے جن کا یہ منصب بھی نہ تھا، بزعم خود خیر خواہی سے معترضانہ خیالات ظاہر کئے اور ان میں سے جنھوں نے مجھ کو خطاب خاص کیا تھا ان کو اصول صحیحہ کے موافق جواب بھی دیا گیا؛ لیکن غالباً بوجہ اجمال ان جوابوں کا ان اصول پر انطباق واضح نہ تھا اس لیے توضیح کی بھی ضرورت تھی۔

نیز آئندہ کے لیے ایسے شبہات کا انسداد بھی ضروری تھا۔ یہ واقعہ اور یہ دو ضرورتیں داعی قوی ہو گئیں کہ تحقیق مسئلہ اتفاق و اختلاف کی کسی قدر تفصیل و توضیح

کے ساتھ قلمبند کر دی جائے تاکہ شبہات واقعہ مفقود اور شبہات متوقعہ مسدود ہو جاویں۔ (یعنی جو شبہات پیش آچکے ہیں وہ ختم ہو جائیں اور جن کا اندیشہ ہے ان کا سد باب ہو جائے)۔

اور نیز واعظین ومقررین ومضمون نویس اپنی تقریرات وتحریرات میں ان حدود کی رعایت رکھ سکیں، ولقبته بأحكام الايتلاف[1] في أحكام الاختلاف والله ولي الإعانة إليه التضرع والاستكانة.

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

[1] اس تلقیب میں اشارہ ہے کہ جب اختلاف کے صحیح احکام معلوم ہوں گے ان کے امتثال کے بعد جو اتفاق ہوگا وہ نہایت مستحکم ہوگا؛ کیوں کہ وہی مطلوب شرعی ہوگا جو مصلحت ہی مصلحت ہے اور ایسے امر کا استحکام یقینی ہے مزید تحقیق اس کی خاتمہ رسالہ کے خاتمہ میں ہے ١٢۔

مُقَدِّمَہ

جاننا چاہیے کہ اختلاف بتقسیم اولی دو قسم پر ہے، ایک حقیقی دوسرا غیر حقیقی، (اور اختلاف کے اقسام سے اتفاق کے اقسام بھی معلوم ہو جاویں گے، چوں کہ محل کلام اختلاف ہی کو سمجھا جاتا ہے اس لیے موضوع تقسیم کا اسی کو قرار دیا گیا تو اختلاف کی دو قسمیں ہیں حقیقی، و غیر حقیقی)

حقیقی سے مراد یہ ہے کہ دو حکموں میں ایسا تعارض ہو کہ وہ دونوں حکم واقع میں معاً صحیح نہ ہو سکیں اگر ایک صحیح ہو تو دوسرا غلط۔ جیسے ایک شخص کہے کہ یہ فعل حلال یا حسن ہے، دوسرا اسی فعل کو کہے کہ یہ حرام یا قبیح ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ واقع میں حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو، پھر یہ تعارض خواہ درجۂ تناقض میں ہو یعنی جیسے ان دونوں حکموں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اسی طرح دونوں کا ارتفاع (خاتمہ) بھی نہیں ہو سکتا۔

جیسا مثال مذکور میں کہ جیسے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ فعل حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو، اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ نہ واقع میں حلال ہو اور نہ واقع میں حرام ہو۔

اور خواہ درجۂ تضاد میں ہو یعنی دونوں حکموں کا اجتماع تو نہیں ہو سکتا؛ لیکن دونوں کا ارتفاع (خاتمہ) ہو سکتا ہے۔ جیسے ایک شخص کہے کہ یہ فعل مباح ہے دوسرا کہے کہ مستحب ہے۔ سو ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ مباح بھی ہو اور مستحب بھی مگر یہ ہو سکتا ہے کہ نہ مباح ہو نہ مستحب؛ بلکہ مکروہ و بدعت ہو۔

اور غیر حقیقی سے مراد یہ ہے کہ ان دو مختلف حکموں میں تعارض نہ ہو؛ بلکہ دونوں حکم صحیح ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک پتھر سفید ہے اور ایک سیاہ ہے تو دونوں مختلف تو

ہیں لیکن دونوں حکم صحت میں مجتمع ہیں کیوں کہ دونوں رنگ کا محل مختلف ہے ایک کو سفید کہنے سے دوسرے کے سیاہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی یا ایک زمانہ میں شراب حلال تھی، دوسرے زمانہ میں حرام ہوگئی تو یہ دونوں حکم صحیح ہیں اور یہ اختلاف غیر حقیقی واقع میں اختلاف نہیں ہے، محض صورت اختلاف ہے اور حقیقت اس کی تعدد ہے۔

پھر اختلاف حقیقی کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف فی الامر الدنیوی، ایک اختلاف فی الامر الدینی، پھر اختلاف فی الامر الدنیوی کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف عن منشاء صحیح، اور ایک اختلاف لا عن منشاء صحیح، اور اختلاف فی الامر الدینی کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف فی الفروع، ایک اختلاف فی الاصول، پھر اختلاف فی الاصول کی دو قسمیں ہیں، اختلاف فی الکفر والایمان اور اختلاف فی البدعۃ والسنۃ، یہ سب اقسام اختلاف حقیقی کے تھے۔

اور اختلاف غیر حقیقی کی دو قسمیں ہیں، ایک بفعل العبد، اور دوسرا بجعل الحق، پھر اختلاف بجعل الحق کی دو قسمیں ہیں، ایک اختلاف طبائع، دوسرا اختلاف شرائع، پھر اختلاف شرائع کی دو قسمیں ہیں، ایک اختلاف فی الشریعۃ الواحدۃ، ایک اختلاف فی الشرائع المتعددۃ، مجموعہ ان سب اقسام کا دس قسمیں ہیں، چھ اختلاف حقیقی کی اور چار اختلاف غیر حقیقی کی۔

یعنی قسم اوّل: اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی عن منشاء صحیح۔

قسم دوم: اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی لا عن منشاء صحیح۔

قسم سوم: اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی من الفروع عن دلیل۔

قسم چہارم: اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی من الفروع لا عن دلیل۔

قسم پنجم: اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی من الاصول کفراً واسلاماً۔

قسم ششم: اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی من الاصول بدعۃ وسنۃ۔

قسم ہفتم: اختلاف غیر حقیقی بفعل العبد۔

قسم ہشتم: اختلاف غیر حقیقی بجعل الحق باختلاف الطبائع۔

قسم نہم: اختلاف غیر حقیقی بجعل الحق فی الشریعۃ الواحدۃ۔

قسم دہم: اختلاف غیر حقیقی بجعل الحق فی الشرائع المتعددۃ۔

اور یہ سب اقسام واقعیہ ہیں، ورنہ احتمالات عقلیہ تو اور بہت ہیں مگر چوں کہ وہ غیر واقع تھے اس لیے ان کا ذکر کرنا پھر ان کے وقوع کی نفی کرنا فضول سمجھا۔

اب ہم ان سب اقسام کے مصادیق اور ان کے احکام بیان کرتے ہیں اور اس عجالہ میں ایک مقدمہ ہے جس کو آپ پڑھ رہے ہیں اور دس فصلیں ہیں ایک ایک قسم کے بیان میں اور ایک خاتمہ ہے جس میں کچھ تنبیہات ہیں جو کہ تحقیقات فصول پر تفریعات ہیں۔

والان أشرع فی المقصود ❁ مستعینا بواھب الکرم والجود

❁❁❁

فصل اوّل

اختلاف کی قسم اوّل کے بیان میں

یعنی جو اختلاف کسی امر دنیوی میں ہو اور کسی منشاء صحیح سے ہو جیسے دو طبیبوں میں طریق علاج میں اختلاف کہ کسی نے طب یونانی کو اختیار کیا، کسی نے ڈاکٹری کو، کسی نے ویدک کو، یا باوجود طریق میں متفق ہونے کے اختلاف تشخیص کے سبب کسی تدبیر کے متعلق اختلاف ہو کہ ایک طبیب کسی خاص تدبیر کو نافع بتلاتا ہے اور دوسرا طبیب اس کو مضر بتلاتا ہے اور ہر ایک رائے کا منشاء صحیح بھی ہے جس سے وہ استدلال کرتا ہے اور دوسرے کی دلیل کو رد کرتا ہے۔

یا دو وکیلوں میں کسی مقدمہ کے متعلق اختلاف ہے کہ ایک وکیل اس کو ایک دفعہ میں داخل کرتا ہے۔ اور دوسرا وکیل دوسری دفعہ میں وعلیٰ ہذا واقعات یومیہ حسیہ میں اہل الرائے واہل تجربہ معمول کے طور پر ایسا اختلاف کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ منشاء کبھی دلیل ہوتی ہے کبھی کسی صاحب تحقیق کی تقلید ہوتی ہے جیسے کہ مقلد کی یہی دلیل ہے۔

اور حکم اس اختلاف کا یہ ہے کہ یہ جب تک حدود میں رہے فی نفسہ مذموم نہیں بلکہ اگر اپنی رائے میں شرح صدر ہو تو دلیل صحیح کے پیش نظر ہوتے ہوئے اور دوسری شق

میں ضرور دیکھتے ہوئے اس دلیل کے خلاف محض تقلیداً متفق ہوجانا مذموم ہوگا اوراس باب میں جو نفع وضرر محتمل ہے چوں کہ وہ اکثر دوسرے تک متعدی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ اختلاف اسی مشورہ کی ایک فرد ہے۔ جس کی ترغیب وتاکید قرآن وحدیث میں آئی ہے اور خلاف شرح صدر مشورہ دینے کی مذمت خود حدیث میں وارد ہے۔

"ومن أشار على أخيه بامر يعلم أن الرشد في غيره فقد خانه".

(رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ مرفوعاً "مشکوٰۃ کتاب العلم")

(جو آدمی اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دے جب کہ وہ یہ جانتا ہو کہ اس کی بہتری دوسری بات میں ہے تو وہ اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے)

اور حدود سے خارج ہوجانے پر یہ اختلاف مذموم ہوجاتا ہے۔ مثلاً کسی کا منشاء اختلاف صرف تحقیق وخیر خواہی نہ ہو؛ بلکہ محض اپنی بات کی پچ اور دوسرے کی تذلیل وتحقیر ہو یا اپنے مخالف کی غیبت وضرر رسانی میں مبتلا ہوجاوے اس عارض سے وہ اختلاف مذموم ہوجاوے گا۔

اگر یہ عارض دونوں جانب ہے تو دونوں کے اختلاف کو مذموم کہیں گے اور اگر ایک جانب ہے تو صرف اس کے اختلاف کو مذموم کہیں گے۔

اور اکثر ان نصوص کا مورد جن میں مطلق اختلاف کا ذم وارد ہے ایک یہ اختلاف بھی ہے جو عارض مذکور کے سبب مذموم ہوجاوے اور دوسرا مورد وہ اختلاف ہے، جو فصل آئندہ میں مذکور ہے؛ چوں کہ محمول سے پہلے محمل کی حقیقت کا متعین ہوجانا أعون فی الفہم (سمجھنے میں زیادہ معین) ہے اس لیے وہ نصوص فصل آئندہ میں مذکور ہوں گی۔ اور اسی قبیل[1] سے ہے اہل معاملہ کا اختلاف ونزاع جو کسی اپنے حق کے متعلق ہو اور ہر شخص کسی متحمل العلت کی بناء پر دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا

---

[1] کان نوع أصحاب المركز التعليمي المذكور في الخطبة من هذا الشان.١٢۔

چاہتا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک کسی فریق کو اس منشاء کا غلط ہونا محقق نہ ہو تب تک وہ معذور ہے اور بعد وضوح حق کے پھر اصرار معصیت ہے۔

اگر باوجود اپنے حق ہونے کے دوسرے سے نزاع قطع کردے اور اپنے حق سے دست بردار ہو جاوے تو فضیلت عظیمہ ہے، حدیث میں ہے:

"عن أنس قال قال رسول اللہ ﷺ من ترك الكذب وهو باطل بني له في ربض الجنة ومن ترك المراء وهو محق بنى له في وسط الجنة" (الحديث رواه الترمذي) وقال هذا حديث حسن (مشكوٰة با حفظ اللسان)

(جو آدمی جھوٹ کو چھوڑ دے جب کہ وہ ایک غلط بات ہے تو اس کے لیے جنت کے اطراف میں محل بنتا ہے، اور جو آدمی حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے و بحث کو چھوڑ دے اس کے لیے جنت کے وسط میں محل بنتا ہے)

البتہ اگر اپنے دعوے سے دست بردار ہونے سے کوئی محذور شرعی لازم آوے تو اس صورت میں یہ دست برداری اور اتفاق ناجائز ہے۔ مثلاً عورت کے روبرو شوہر نے طلاق دی پھر منکر ہو گیا تو عورت کو جائز نہیں کہ اس دعویٰ سے دست بردار ہو کر اس کے انکار کو تسلیم کرلے۔

حدیث میں ہے:

"عن عمرو بن عوف المزني عن النبي ﷺ قال الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرّم حلالاً أو أحل حراما".

(الحديث/ رواه الترمذي وابن ماجه وابو داؤد "مشكوٰة باب الافلاس"

(مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے ہاں ایسی صلح جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے وہ ناجائز ہے)

یہ تو اہل معاملہ کا حکم ہے، باقی دوسرے لوگوں کو جب تک دلیل شرعی سے ایک کا حق پر ہونا ثابت نہ ہو جاوے دونوں میں احتمال صواب کا سمجھ کر کسی کی نصرت دوسرے کے مقابلہ میں جائز نہیں۔

اور جب دلیل شرعی سے ایک کا حق پر ہونا ثابت ہو جاوے تو اس کی نصرت اس تفصیل سے واجب ہے کہ اگر یہ ناصر حاکم یا ماسور من الحاکم ہے تو نصرت بالید (ہاتھ سے) اور اگر حاکم نہیں اور کسی فتنہ کا بھی اندیشہ نہیں تو وعظ باللسان کے ساتھ اور اگر فتنہ دینیہ یا دنیویہ کا اندیشہ ہے تو صرف دل سے صاحب باطل کے اس فعل کو برا سمجھے اور صاحب حق کے لیے دعا کرتا رہے اس کے متعلق بھی نصوص فصل آئندہ میں مذکور ہوں گے۔
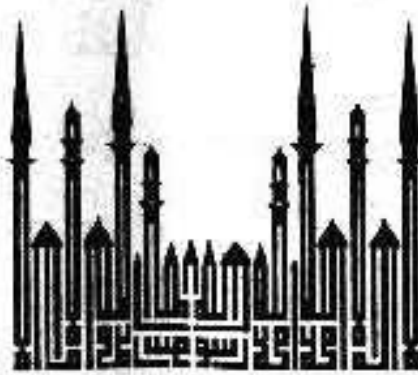
فصل دوم

اختلاف کی قسم دوم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف کسی امر دنیوی میں ہو اور اس کا کوئی منشاء صحیح نہ ہو محض نفسانیت اس کا باعث ہو، اس کا حکم ظاہر ہے کہ وہ مذموم محض ہے خواہ ایک جانب سے ہو یا دونوں جانب سے۔ اب بعض نصوص ذم اختلاف و معاملہ متعلقہ اختلاف کے لکھتا ہوں جن کا وعدہ مع تعیین محمل فصل اول میں مذکور ہوا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾(۱)

(اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾(۲)

(اور جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کرو)

وقال اللّٰہ تعالیٰ ﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ اِلٰی قولہ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ثم الٰی قولہ تعالیٰ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾(۳)

(سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے)

(۱) سورۂ انفال: آیت: ۴۶۔ (۲) سورۂ اسراء: آیت: ۳۶۔ (۳) سورۂ حجرات: آیت: ۱۰، ۱۱، ۱۲۔

والا حادیث:

(۱) عن عائشةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا یکون لمسلم أن یهجر أخاه فوق ثلثة فإذا لقية سلم عليه ثلث مرات كل ذلك ولا يرد عليه فقد باء بإثمه. (رواه ابو داؤد)

(کسی مسلمان کے لیے درست نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے رکھے لہٰذا وہ جب اس سے ملے تو اس کو سلام کرے تو تین مرتبہ اور دوسرا ہر مرتبہ جواب نہ دے تو وہ سلام کرنے والے کے گناہ کو بھی اپنے سر پر لادے گا)

(۲) عن أبي هريرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولاتحسسوا ولاتجسسوا ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباداللہ إخوانا وفي رواية ولا تنافسوا (متفق عليه)

(بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور کسی کی ٹوہ میں نہ رہو اور نہ اس کی جستجو و جاسوسی کرو، ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاؤ مت اور آپس میں حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، قطع تعلق نہ کرو، اور اللہ کے بندے و بھائی بن کر رہو)

(۳) عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصدقة والصلوٰة قال قلنا بلىٰ قال إصلاح ذات البين وفساد ذات البين هي الحالقة (رواه ابوداؤد والترمذی وقال هذا حديث صحيح)

(کیا میں تم کو روزہ و صدقہ اور نماز سے بڑھ کر چیز نہ بتاؤں صحابہ نے عرض کیا ضرور فرمایا: آپس کے معاملات کی درستگی؛ کیوں کہ آپسی معاملات کی خرابی آدمی کو مونڈ ڈالتی ہے)

(٤)وعن الزبير قال قال رسول اللہ ﷺ دبّ إليكم داء

الأمم قبلكم الحسد والبغضاء هي الحالقة لا أقول تحلق الشعر ولكن تحلق الدين (رواه احمد والترمذي)

(تمہارے اندر دھیرے دھیرے پچھلی امتوں کا مرض آرہا ہے یعنی حسد وبغض جو مونڈ ڈالنے والا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ دین کو صاف کردیتا ہے)

(٥) عن أبي صرفة أن النبي ﷺ قال من ضار ضار الله به ومن شاق شاق الله عليه (رواه ابن ماجه والترمذي وقال هذا حديث غريب)

(جو آدمی دوسرے کو نقصان پہنچائے اللہ تعالیٰ اس کو نقصان میں ڈالتے ہیں اور جو دوسروں کو مشقت میں ڈالے اللہ اس کو مشقت میں ڈالتے ہیں)

(٦) وعن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ملعون من ضار مومنًا أومكربه (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

(وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمانوں کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ فریب ودھوکہ کرے)

(٧) وعن ابن عمر رضي الله عنه قال صعد رسول الله ﷺ المنبر فنادى بصوت رفيع فقال يامعشر من أسلم بلسانه ولم يفض الإيمان إلى قلبه لاتؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا عوراتهم، ومن يتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله (رواه الترمذي)

(اے زبانی اسلام لانے والو! کہ جن کے دل ایمان سے خالی ہیں مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، نہ ان کو عار دلاؤ، اور نہ ان کی مخفی چیزوں وعیوب کے درپے ہو، جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کی مخفی چیزوں کے پیچھے پڑتا ہے اللہ اس کی مخفی چیزوں کے درپے ہو کر اس کو رسوا کرتا ہے اگرچہ وہ گھر کے اندر چھپ کر کرے)

(٨) وعن أنسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لما عرج بی ربي مررت بقوم لهم أظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هولاء يا جبرئيل قال هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون في أعراضهم (رواه ابوداؤد)

(فرمان نبوی ہے جب مجھ کو میرے رب نے معراج میں بلایا تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے تو میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرئیل نے کہا کہ یہ لوگوں کا گوشت کھانے والے اور ان کی آبروریزی کرنے والے ہیں)۔

(٩) وعن أبي هريرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ حسن الظن من حسن العبادة (رواه احمد وابوداؤد)

(اچھا گمان بھی ایک اچھی عادت ہے)

(١٠) عن عائشةؓ قالت اعتل بعير لصفية وعند زينب فضل ظهر فقال رسول اللہ ﷺ لزينب أعطيها بعيرا فقالت أنا أعطي تلك اليهودية فغضب رسول اللہ ﷺ فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر (رواه أبوداؤد ومشكوٰة)

(حضرت صفیہؓ کا ایک اونٹ بیمار ہو گیا، حضرت زینب کے پاس زائد سواری تھی نبی ﷺ نے ان سے فرمایا صفیہ کو ایک اونٹ دے دو، تو انھوں نے کہا میں اس یہودیہ کو دوں گی؟ اس پر آپ نے ناراض ہو کر ان کو دو ماہ سے زائد چھوڑے رکھا)

(ف) فی آخر الأحاديث دليل لتقييد اوّل الاحاديث وكذا يدل عليه حديث كعب كما في اللمعات عن السيوطي ومن خاف من كالمة أحدوصلته ما يفسد عليه دينه

ويدخل مضرة في ديناه يجوز له مجانبته والبعد عنه ورب هجر جميل خير من مخالطة موذية(من رسالة العذر والنذر)

(آخری حدیث ابتدائی احادیث کے مقید ہونے کی دلیل ہے جیسے کہ حضرت کعب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ لمعات میں سیوطی سے نقل کیا ہے، جو آدمی کسی سے بات چیت اور صلہ رحمی کی وجہ سے اپنے دین یا دنیا کے ضرر کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لیے دوری وعلیحدگی جائز ہے، بہت سا ترک تعلق بہتر اور خیر ہوتا ہے اس اختلاط سے جو ضرر رساں ہو)

(۱۱) عن أبي سعيد الخدريؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان (رواه مسلم والترمذي وابن ماجه والنسائي "ترغيب وترهيب")

(تم میں سے جو آدمی کسی منکر کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے بدلے ممکن نہ ہو تو اس کو زبان سے بدلے اور یہ بھی ممکن نہ ہو دل سے بدلے اور یہ ایمان کا کمزور مرتبہ ہے)

(۱۲)واثلة ابن الأسقع قلت يا رسول الله ما العصبية قال أن تعين قومك على الظلم.

(عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی مدد ان کے ظلم پر اور ظلم کے باوجود کرو)

(۱۳) عن صدقة بن مالك رفعه خيركم المدافع من عشيرته مالم يأثم (هما لابي داؤد)

(تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اقارب کی طرف سے دفاع کرے بشرطیکہ اس کے پیچھے گناہ میں نہ پڑے)

(١٤) عن أسامة قيل له لو أتيت عثمان فكلمته فقال إنكم لترون اني لا أكلمه الا أسمعكم وإني أكلمه في السردون

أن أفتح بابا لا اكون اوّل من فتحه .(للشيخين)

(حضرت اسامہ بن زید سے لوگوں نے کہا کہ آپ حضرت عثمان سے بات کرتے تو اچھا تھا، فرمایا تم سمجھتے ہو کہ میں وہی بات کرتا ہوں جو تم کو سناؤں میں ان سے تنہائی میں گفتگو کرتا ہوں لیکن ایسا دروازہ میں نہیں کھولنا چاہتا جس کو میں سب سے پہلے کھولوں)

(١٥)عن أبی أمامة إذا رأيتم أمراً لا تستطيعون غيره فاصبروا حتی يكون الله هو الذی يغيره . للكبير(جمع الفوائد)

(جب تم کوئی ایسا معاملہ دیکھو جس کو تم بدل نہ سکو تو صبر کرو حتی کہ حق تعالیٰ ہی اس کو بدل دے)

❀❀❀

فصل سوم

اختلاف کی قسم سوم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف ایسے امر دینی میں ہو جو فروع میں سے ہے اور دلیل سے ہو خواہ دلیل نص ہو یا اپنا اجتہاد ہو یا اپنے کسی متبوع صالح للمتبوعیۃ (یعنی ایسے امام و مجتہد) کا اجتہاد یا فتویٰ ہو (جو اتباع و تقلید کی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہو)

اور یہی ہے وہ اختلاف جو امت مرحومہ کی جماعت حقہ میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے اس وقت چلا آرہا ہے اور مبنی اس اختلاف کا اسباب متعددہ ہیں جو کتب اصول و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ[1] و رسالہ رفع الکلام لابن تیمیہ[2] و غیرہا میں مدون ہیں۔

مثلاً: (۱) ایک مسئلہ میں نصوص مختلفۃ الدلالۃ ہیں اور سب جمع نہیں ہو سکتے اور نسخ بھی متفق علیہ نہیں، ایک مجتہد نے ایک پر عمل کیا اور دوسرے کو قواعد کلیہ کے اقتضاء سے متروک العمل کر دیا، دوسرے مجتہد نے اس کا عکس کیا، اور یہ قواعد کلیہ گو ماخوذ عن النصوص (نصوص سے اخذ کردہ) ہیں؛ مگر ہیں اجتہادی، اس لیے جانبین میں عمل کی گنجائش ہے، مجتہد کو اصالۃً اور مقلد کو تبعاً۔

مثلاً: مبیح و محرم میں محرم کو ترجیح ہونا ایک قاعدہ ہے اور مثلاً مثبت کا نافی پر مقدم ہونا

---

[1] ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ اور الانصاف فی بیان اسباب فی بیان اسباب الخلاف۔

[2] ملاحظہ ہو فتاویٰ ابن تیمیہ یہ رسالہ الگ سے بھی شائع ہوا ہے۔

ایک قاعدہ ہے اور مثلاً کسی واقعہ کا بہ نسبت عورتوں کے مردوں پر زیادہ منکشف ہونا جیسے کسوف کا واقعہ اس میں روایت رجال کی تقدیم ایک قاعدہ ہے اور مثلاً حکایت فعل میں عموم نہ ہونا یہ ایک قاعدہ ہے وامثالہا۔

اور یہ حنفیہ کے قواعد ہیں، اسی طرح دوسرے مجتہدین کی تحقیق میں دوسرے قواعد ہیں۔

مثلاً: تقیید بالوصف (حکم کو کسی وصف کے ساتھ مقید کرنا) یا تعلیق (کسی حکم کو معلق کرنے کی) کی دلالت جانب مخالف سے حکم کی نفی پر یا حمل المطلق علی المقید (جو چیز بغیر قید کے مذکور ہو اس کو قید والی چیز پر محمول کرنا) یا قرآن فی النظم کی دلالت قرآن فی الحکم پر (یعنی عبارت میں اتصال کا حکم میں اتصال پر دلالت کرنا) وامثالہا۔

ایسے قواعد سے احد النصین کو دوسرے پر ترجیح دینے سے حکم میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

۲۔ نصوص مختلفۃ الدلالۃ میں سے ایک مجتہد کو ایک نص پہنچی دوسرے مجتہد کو دوسری پہنچی یا ایک کو کوئی نص نہیں پہنچی اس نے قیاس پر عمل کر لیا اس لیے باہم اختلاف ہو گیا اور نہ پہنچنے کی دو صورتیں ہیں یا تو بالکل ہی نہیں پہنچی یا سند محتج بہ (قابل احتجاج) سے نہیں پہنچی اور اس اخیر کی صورت کا اگر کسی کو خود یا بواسطہ ثقہ عالم کے تحقق ہو جاوے تو اس پر قیاس کا چھوڑ دینا واجب ہے۔

۳۔ کبھی نصوص مختلفہ مذکورہ بالا میں اوصاف رواۃ سے ترجیح دینے سے اختلاف ہو جاتا ہے جیسے زیادہ ثقہ ہونا، زیادہ حافظ ہونا، زیادہ فقیہ ہونا، طول ملازمت وصحبت وامثالہا۔

۴۔ نصوص ظاہراً دلالت میں مختلف ہیں اور سب ثابت بھی ہیں؛ مگر باہم جمع ہو سکتی ہیں، پس ایک مجتہد نے خواہ کسی قاعدۂ کلیہ سے یا کسی قرینۂ مقالیہ سے، خواہ ذوق اجتہادی سے ایک نص کے مدلول کو اصل حکم قرار دیا اور دوسرے نے نص کو مؤول یا کسی

عارض پر محمول کرلیا اور دوسرے نے اس کا عکس کیا اس لیے باہم اختلاف ہو گیا۔
مثلاً رفع یدین کے بارے میں احادیث مختلفہ ثابت ہیں۔ حنفیہ نے اس بناء پر کہ اصل نماز میں سکون ہے: لقوله عليه السلام لما رأهم رافعي أيديهم عند السلام: "اسكنوا فى الصلوٰة" (نماز میں سکون سے رہا کرو)
عدم رفع کو اصل قرار دیا اور رفع میں تاویل کی کہ مثلاً اعلام اصم یا بعید (بہرے شخص یا دور والے کو بتانے) کے لیے تھا اور شافعیہ نے اس بناء پر کہ نماز عبادت وجودیہ ہے اور رفع امر وجودی ہے اور عدم رفع امر عدمی ہے رفع کو اصل قرار دیا اور عدم رفع کو بیان جواز پر محمول کیا کہ اس سے ظاہر ہو جاوے کہ رفع موقوف علیہ صحت صلوٰۃ کا نہیں (یعنی رفع پر نماز کی صحت موقوف نہیں)
۵- کبھی نصوص میں مدلول کا اختلاف نہیں ہوتا مگر ایک ہی نص کا محمل مختلف ہو سکتا ہے، ایک مجتہد نے اپنے ذوق سے یا قواعد کلیہ سے ایک محمل پر محمول کرلیا دوسرے نے اسی نص کو دوسرے محمل پر، اس سے اختلاف ہو گیا۔ مثلاً انتباذ (نبیذ بنانے) کے لیے جمع بین البسر والتمر (بسر و تمر کو جمع کرنے) سے حدیث میں نہی وارد ہے اصحاب ظواہر نے اس جمع کو علی الاطلاق مثل جمع بین الاختین کے امر تعبدی قرار دیا اور دوسرے فقہاء نے اس کو معلل قرار دے کر ارتفاع علت (علت نہ ہونے) کے وقت اس جمع کی اجازت دی اور وہ علت خواہ احتمال سرعت تغیر (جلدی بدل جانا) ہو خواہ مراعاۃ مساکین بزمانہ جدب وقحط (قحط وخشک سالی کے زمانہ میں مساکین کی رعایت) ہو۔
۶- اجماع کے بعض اقسام کا بعض کے نزدیک حجت ہونا اور بعض کے نزدیک حجت نہ ہونا یہ بھی اسباب اختلاف سے ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایسا اجماع جس کے قبل اختلاف ہو چکا ہو اور ایسا اجماع جس کا داعی کوئی دلیل ظنی نہ ہو۔
۷- کسی مسئلہ میں نہ نص ہے نہ اجماع؛ بلکہ محض قیاس ہے اور وجہ قیاسی دونوں

حلال اور حلال کو حرام قرار دے گا)

ابن عمر بن العاص رفعه لم يزل أمر بني إسرائيل معتد لا حتى نشأ فيهم المولدون أبناء سبايا الأمم فقالوا بالرأي فضلوا وأضلوا (للقزويني)

(حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے، بنی اسرائیل کا معاملہ برابر ٹھیک رہا حتی کہ ان میں قیدیوں کی اولاد ہوئی تو انھوں نے رائے سے بات کرنا شروع کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بہکے اور دوسروں کو گمراہ کیا)

(ابن سيرين) قال أوّل من قاس إبليس وماعبدت الشمس والقمر إلا بالمقائيس (للدارمي يعني قوله تعالىٰ خلقتني من نار وخلقته من طين) المراد القياس الغير الماخوذ من الشرع) (من جمع الفوائد)

(محمد بن سیرین کا ارشاد ہے سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور سورج و چاند کی پرستش قیاس کی وجہ سے ہی ہوئی اس سے مراد وہ قیاس ہے جس کی بنیاد شرعی نہ ہو)

فصل پنجم

اختلاف کی قسم پنجم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف ایسے امر دینی میں ہو، جو اصول میں سے ہے اور کفر و اسلام کے درجہ میں ہے اس کا حکم ظاہر ہے کہ اہل اسلام کا اہل کفر کے ساتھ اختلاف کرنا اور بلا ضرورت شدیدہ یا بلا مصلحت شرعیہ اختلاط وارتباط نہ کرنا محمود مطلق اور واجب ہے اور معاملات و معاشرات اس سے خارج ہیں جس کی حدود کی تفصیل اپنے محل میں مذکور ہے۔

اور اہل کفر کا اہل اسلام کے ساتھ اختلاف کرنا مذموم مطلق اور قبیح ہے۔

قرآن مجید میں جابجا اہل حق کو اہل باطل کے ساتھ دینی اختلاف کرنے کا حکم مؤکد وارد ہے۔

کقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾[1]

(اور جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے)

و کقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾[2]

(اور ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے گی)

پھر ان میں بھی مسالم (صلح جو) اور غیر مسالم (غیر صلح جو) کے احکام میں

---

[1] سورۂ مائدہ: آیت: ۴۸۔ [2] سورۂ ہود: آیت: ۱۱۳۔

اختلاف ہے وہما مذکوران فی سورۃ الممتحنۃ، باقی تبلیغ مناظرہ میں رعایت اخلاق کی اور قول حسن (سخت ودرشت گفتگو) سے تحرز (بچنا) دونوں میں مشترک ہے، قال:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾[1]

(اور تم اہل کتاب سے بجز مہذب طریقے سے مباحثہ مت کرو)

وقال تعالیٰ: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾[2]

(آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے)

وقال تعالی: ﴿وَقُلْ لِّعِبَادِیْ يَقُوْلُوْا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾[3]

(اور کہہ دیجئے میرے بندوں سے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو)

وقال تعالی: ﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰی يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾[4]

(اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی سن لے پھر اس کو اس کے بعد امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے)

اور اسی طرح اہل باطل کا اہل حق کے ساتھ اختلاف کرنے کی مذمت اور اس پر وعید وارد ہے۔

کقولہ تعالیٰ: ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتَابِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ﴾[5]

(جو لوگ کتاب میں بے راہی کریں وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور کے خلاف میں ہوں گے)

---

[1] سورۂ عنکبوت: آیت: ۴۶۔
[2] سورۂ نحل: آیت: ۱۲۵۔
[3] سورۂ اسراء: آیت: ۵۳۔
[4] سورۂ توبہ: آیت: ۶۔
[5] سورۂ بقرہ: آیت: ۱۷۶۔

وكقوله تعالى: ﴿ وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ﴾[۱]

(اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو)

وكقوله تعالىٰ: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾[۲] وغيرهما من الآيات.

(بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے)

[۱] سورۂ ہود: آیت: ۱۱۸-۱۱۹۔ [۲] سورۂ یونس: آیت: ۹۳۔

فصل ششم

اختلاف کی قسم ششم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف ایسے امر دینی میں ہو جو اصول میں سے ہے اور سنت و بدعت کے درجہ میں ہے اور اس اختلاف کا حکم بھی باستثناء احکام مخصوصہ بالکفار وہی ہے جو اوپر فصل پنجم میں ذکر کیا گیا ہے اور ان احادیث میں اسی اختلاف کا ذکر ہے۔

(۱) عن عبدالله بن عمرو قال هجرت إلى رسول الله ﷺ يومًا فسمع أصوات رجلين اختلفا فی اية فخرج علينا رسول الله ﷺ يعرف فی وجهه الغضب فقال انما هلك من كان قبلكم باختلافهم فی الكتب (رواه مسلم)

(عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا آپ نے دو آدمیوں کی آوازسنی جو کسی آیت کی بابت اختلاف کر رہے تھے تو آپ باہر تشریف لائے چہرے سے غضب ظاہر تھا اور فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ آسمانی کتابوں میں اختلاف کی وجہ سے برباد ہوئے)

(۲) وعن العرباض بن سارية فی حديث طويل من قوله عليه السلام: فإنه من يعش منهم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا

بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة (رواه احمد وابوداؤد والترمذي وابن ماجه)

(تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا بہت اختلاف دیکھے گا تو تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے، ان کو اختیار کرو اور دانتوں سے پکڑو اور نئی چیزوں سے بچو اس لیے کہ ہر نئی چیز بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے)

(۳) وعن عبدالله بن عمر قال قال رسول اللهﷺ إن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق أمتي على ثلث وسبعين ملة كلهم فى النار إلاملة واحدة قالوا من هم يا رسول الله قال ما أنا عليه وأصحابي (رواه الترمذي)

(بنو اسرائیل ۷۲ جماعتوں میں بٹے اور میری امت ۷۳ میں تقسیم ہوگی ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے صحابہ نے عرض کیا وہ کون ہوں گے؟ فرمایا وہ لوگ جو اس چیز پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)

(٤) وعن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ إن الله لايجمع أمتي أوقال أمة محمد على ضلالة ويدالله على الجماعة ومن شذ شذ فى النار (رواه الترمذي)

(حق تعالی میری امت: امت محمدیہ کو گمراہی پر جمع نہیں کریں گے، اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جماعت سے الگ ہونے والا الگ ہو کر جہنم میں جاتا ہے)

(٥) وعن أبي أمامة قال قال رسول اللهﷺ ماضل قوم بعد هدى كانوا عليه إلا أوتوا الجدل ثم قرأ رسول اللهﷺ هذه الآية ﴿مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ (رواه

احمد والترمذي وابن ماجه)

(جو بھی قوم ہدایت یافتہ ہونے کے بعد بھٹکتی ہے تو ان میں بحث کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے

پھر آپ نے آیت پڑھی)

(٦) وعن أبي ذر قال قال رسول اللهﷺ من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه (رواه احمد وابوداؤد)

(جو آدمی جماعت سے ایک بالشت بھی دوری اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ تار پھینکتا ہے)

(٧)وعن إبراهيم بن ميسرة قال قال رسول اللهﷺ من وقّر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام (رواه البيهقى فى شعب الإيمان "مشكوٰة")

(جو آدمی کسی صاحبِ بدعت کی توقیر و تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے انہدام پر مدد کرتا ہے)

ف: بدعت سے مراد وہ بدعت ہے جو باتفاق اہل حق بدعت ہو اور جس میں اہل حق کے اجتہادی گنجائش ہو وہ مثل مسائل مختلف فیہا کے ہے جن کا حکم فصل سوم میں مذکور ہوا ہے اور ارشاد الطالبین کی اس عبارت کا یہی محمل ہے۔

''علاوہ آں کہ آں چہ بدعت در بعضے اعمال آنہا راہ یافتہ بنا بر خطائے اجتہادی ست و مجتہد مخطی معذور ست'' (حواشی باب ہشتم تعلیم الدین)

(اس کے علاوہ جو بدعات ان سے بعض اعمال میں آ گئی ہیں وہ خطائے اجتہادی کی بناء پر ہیں اور خطا کار مجتہد معذور ہے)

ف ۲: اور معاملات و معاشرات کا استثناء یہاں بھی ہے؛ بلکہ بدرجہ اولیٰ لما رواہ مسلم۔

"عن عائشةؓ أن رجلا استاذن على النبىﷺ فقال ائذنوا له فلبئس ابن العشيرة أو بئس رجل العشيرة فلما دخل عليه

الآن له القول قالت عائشة فقلت يا رسول اللّٰه قلت له الذي قلت ثم ألنت له القول قال ياعائشة إن شر الناس منزلة عند اللّٰه يوم القيامة من ودعه أو تركه الناس اتقاء فحشه".

(ایک شخص نبی اکرم ﷺ سے ملنے کو آیا تو آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ، ویسے بہت برا آدمی ہے، پھر جب وہ آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس سے اچھی طرح گفتگو فرمائی، حضرت عائشہؓ نے بعد میں عرض کیا کہ آپ نے اس کو برا کہا اور پھر بات نرمی سے فرمائی، تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ کے نزدیک وہ آدمی بہت برا ہوگا جس کو لوگ اس کی سخت کلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں)

قال النووی وفی هذا الحدیث مداراة من يتقي فحشه وجواز غيبة الفاسق المعلن بفسقه ومن يحتاج الناس إلى التحذير منه (باب ادارة من يتقی فحشه)

(امام نووی فرماتے ہیں اس حدیث کے اندر اس شخص کے ساتھ رواداری کا حکم ہے جس کی بدگوئی سے بچنا مقصود ہو اور اس شخص کی غیبت کا جواز بھی جو کھلم کھلا فسق کرتا ہو اور جس سے لوگوں کو بچنے کی ضرورت ہو)۔

فصل ہفتم

اختلاف کی قسم ہفتم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف غیر حقیقی ہو اور متعلق بفعل عبد ہو (اختلاف غیر حقیقی کی تفسیر اور یہ کہ اختلاف غیر حقیقی واقع میں اختلاف نہیں ہے محض صورت اختلاف ہے، اور حقیقت اس کی تعدد ہے خطبہ میں گذر چکا ہے)

مثالیں اس اختلاف کی مثلاً اسباب معاش میں عقلاء واہل تجارت کا اختلاف کسی نے زراعت کو اختیار کرلیا، کسی نے تجارت کو، کسی نے ملازمت کو جس میں ملازم اجیر خاص ہوتا ہے، کسی نے اور کسی پیشہ کو جیسے وکالت وطبابت یا کوئی اور ٹھیکہ کا کام جس میں یہ پیشہ ور اجیر مشترک ہے۔

سو اس کا اختلاف حقیقی نہ ہونا ظاہر ہے کیوں کہ کوئی پیشہ ور دوسرے پیشہ کے ذریعۂ معاش ہونے کی نفی نہیں کرتا اور نہ علی الاطلاق ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔

غرض ان کے مقاصد میں تعارض نہیں ہر ایک نے خاص مصالح سے کسی ایک ذریعہ کو اختیار کرلیا، یہی معنی ہیں اختلاف حقیقی نہ ہونے کے اور ان ذرائع کا بفعل عبد ہونا بھی ظاہر ہے۔

اسی طرح اختلاف مشائخ کی تدابیر میں ہے جو اصلاح نفس کے لیے انھوں نے تجویز کی ہیں کہ ہر شیخ طالب کی استعداد اور مناسبت کی بناء پر خاص تدابیر کو اختیار

کرتا ہے ان میں بھی باہم تعارض نہیں۔

اور حکم اس اختلاف کا ظاہر ہے کہ اس میں کوئی محذور نہیں؛ بلکہ در حقیقت یہ تو اختلاف ہی نہیں محض تعدد ہے اور اسی قبیل سے ہے اختلاف حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہما السلام کا حکم فی الحرث (کھیتی کے بابت فیصلے میں) جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور قضا بالابن للکبری والصغری (بچہ بڑی عورت کو دینا) میں جو حدیث شیخین میں مذکور ہے۔ (مشکوۃ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام)

فصل ہشتم

اختلاف کی قسم ہشتم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف غیر حقیقی ہو اور بفعل حق ہو اور تکوین کے متعلق ہو جس کو مقدمہ میں اختلاف طبائع سے تعبیر کیا ہے اس کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی صورتیں اور مزاج اور الوان وغیرہا مختلف پیدا فرمائے ہیں ان آیات میں اسی اختلاف کا ذکر ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ﴾[1]

(کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف رنگوں کے پھل لگائے اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ کہ ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں)

وقال تعالیٰ: ﴿وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾[2]

(اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ کا اور رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے)

[1] سورۂ فاطر: آیت: ۲۷-۲۸۔ [2] سورۂ روم: آیت: ۲۲۔

وقال تعالىٰ: ﴿وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ﴾[1]

(اور کھجور وکھیتیاں کہ ان کے مزے مختلف ہیں)

وقال تعالىٰ: ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ اَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا﴾[2]

(جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کردیتا ہے، بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے)

وقال تعالىٰ: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ﴾[3]

(اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جانور کو پانی سے پیدا کیا پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعض ان میں وہ ہیں جو چار پر چلتے ہیں)

وقال تعالىٰ: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَةً﴾[4]

(بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں اور رات ودن کے اختلاف میں نشانی ہے)

وقال تعالىٰ: ﴿كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾[5] وغيرها من الآيات.

(ہر ایک، ایک دائرہ میں گھوم رہا ہے)

اور اس اختلاف کا حکم اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ اس کے عین حکمت ہونے میں کسی کو کلام ہی نہیں ہوسکتا اور باوجودیکہ اختلاف کی اس قسم کا کوئی تعلق عبد کے کسی فعل اختیاری سے نہیں جیسا مابعد کے اقسام کا ہے جو تشریع کے متعلق ہیں پھر بھی اس کا ذکر کرنا ایک غلطی کو رفع کرنے کے لیے ہے جس کا ذکر خاتمہ کی تنبیہ ہشتم میں ہے۔

[1] سورۂ انعام: آیت: ۱۴۱۔
[2] سورۂ شوریٰ: آیت: ۴۹-۵۰۔
[3] سورۂ نور: آیت: ۴۵۔
[4] سورۂ بقرہ: آیت: ۱۶۴۔
[5] سورۂ یٰسین: آیت: ۴۰۔

فصل نہم

اختلاف کی قسم نہم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف غیر حقیقی ہو اور بجعل حق (حق تعالیٰ کی طرف سے اور کرنے سے) ہو اور تشریع کے متعلق ہو اور شریعت واحدہ میں ہو اس کی مثال اختلاف قراءت ہے اس کا حکم اس اعتبار سے کہ تشریع فعل حق ہے وہی ہے جو اوپر کی قسم میں گذرا کہ عین حکمت ہے اور اس اعتبار سے کہ اس پر عمل کرنا فعل عبد ہے یہ حکم ہے کہ سب قراءت، قراءت رسول ہونے میں متساوی ہیں جس کو چاہے اختیار کرے، کسی کو کسی پر ترجیح دینا تحکم ہے اگر ان میں ایسا اختلاف کیا جاوے گا تو قسم چہارم میں داخل ہو کر مذموم ہو جاوے گا۔

اور ابتدائے اسلام میں جو سبعہ حروف یعنی سات لغات مختلفہ عرب کی اجازت تھی وہ اختلاف بھی اس قسم میں داخل ہے گو ان میں یہ تفاوت ہے کہ قراءت کا نزول حقیقی ہے اور یہ سب قراءت لغت قریش میں ہیں اور حروف کا نزول حکمی ہے باعتبار نزول اذن (اجازت) کے۔

فصل دہم

اختلاف کی قسم دہم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف غیر حقیقی ہو اور بجعل حق (حق تعالیٰ کی طرف سے) ہو اور تشریع کے متعلق ہو اور شرائع متعددہ میں ہو اس کی مثال اختلاف شرائع ہے جو مختلف انبیاء کو عطا کیے گئے اور شریعت متقدمہ (پہلی شریعت) کے لیے شریعت متاخرہ (بعد کی شریعت) ناسخ ہوتی رہی اس کا حکم اس اعتبار سے کہ تشریع فعل حق ہے وہی ہے کہ عین حکمت ہے اور عبد کے اعتبار سے یہ ہے کہ اعتقاد سب کے حق ہونے کا فرض اور جزو ایمان ہے اور عمل کرنا صرف اس شریعت پر فرض ہے جس کا یہ مکلف بنایا گیا ہے۔

جیسے ہم پر شریعت محمدیہ پر کہ ناسخ ہے تمام شرائع سابقہ کی، عمل فرض ہے۔

اور اگر ایک ہی شریعت میں مثلاً شریعت محمدیہ ہی میں ایک حکم دوسرے کا ناسخ ہو وہ بھی اس خاص اعتبار سے شرائع متعددہ کے حکم میں ہو جاوے گی اور اس اختلاف کو باوجودیکہ بوجہ اختلاف علت وحرمت کے ظاہراً اختلاف حقیقی معلوم ہوتا ہے، اختلاف غیر حقیقی اس لیے کہا گیا کہ ازمنہ مختلفہ (مختلف زمانوں) کے اعتبار سے دونوں حکم صحت وصدق میں مجتمع (متفق) ہیں یعنی وحدت زمانیہ (زمانہ ایک) نہ ہونے کے سبب ان میں تعارض نہیں اور اختلاف حقیقی سے ایسا ہی تعارض مراد ہے جیسا مقدمہ میں ذکر کیا گیا فصول عشرہ بحمد اللہ ختم ہوئے۔

خاتمہ: اس میں بعض ضروری تنبیہات ہیں جو احکام مذکورہ فصول عشرہ پر بمنزلہ تعریفات ہیں۔

تنبیہ اوّل: عام عادت ہوگئی ہے کہ اگر ایسا اختلاف اطباء میں ہوتا ہے تو ان کے معتقدین و منتسبین میں گروہ بندی ہو جاتی ہے اور ایک فریق حدود شریعت یا حدود تہذیب سے متجاوز ہو کر دوسرے فریق پر مجالس عامہ خاصہ میں لعن وطعن وتنقیص کرتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات اشتہار بازی تک نوبت آجاتی ہے جس کا سبب بجز طمع مال وزر یا حب جاہ وشہرت یا حسد وتکبر وتعصب ونفسانیت کے کچھ نہیں ہوتا جس کا قبح فصل اوّل میں ظاہر ہو چکا۔

اور اگر یہ اختلاف علماء میں ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے متعلق کئی فرقے پیدا ہو جاتے ہیں بعض تو ایک ایک جماعت کے طرف دار ہو جاتے ہیں بعضے دونوں سے بیزار ہو جاتے ہیں، پھر طرف داروں میں دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔

بعض تو وہ ہیں جن کو حق و باطل کی کچھ خبر نہیں نہ تحقیقاً، نہ تقلیداً مشروعاً (ایسی تقلید کی رو سے جو مشروع و جائز ہو) اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ بھی خبر ہے کہ ہمارا متبوع باطل پر ہے یا حدود سے تجاوز کر رہا ہے پھر بھی اس کی نصرت عمیاء (اندھی حمایت) کر رہے ہیں پھر اس نصرت میں نہ غیبت سے پرہیز ہے، نہ بہتان سے، نہ جھوٹ سے نہ دوسری جماعت کو تقریراً و تحریراً و اخباراً و اشتہاراً بدنام ورسوا کرنے سے باک ہے اور نہ اس کی پرواہ ہے کہ اس کا اثر کسی اسلامی قوت مقصودہ پر کیا پڑے گا اور دین کو ضعف پہنچے گا یا ان حرکات سے مخالفانِ دین کی آرزوئیں پوری ہو رہی ہیں یا ان کو قوت پہنچ رہی ہے اس جماعت کا عاصی اور موردِ وعید شدید ہونا ظاہر ہے۔

اور بعض وہ ہیں جو اپنے متبوع کو حق پر سمجھ کر ان کی نصرت کرتے ہیں مگر وہ نصرت حد شریعت کے اندر رہے یعنی متبوع سے مدافعت کرتے ہیں اور اس کے

مقابل کو کوئی ضرر نفسانی یا مالی یا جاہی نہیں پہنچاتے اور اگر مدافعت سے بڑھ کر انتقام لیتے ہیں تو اس میں جزاء سیئہ سیئہ مثلہا سے تجاوز نہیں کرتے گو اس کی رعایت بنا بر تجربہ پل صراط پر گذرنے سے کم دشوار نہیں۔

یہ لوگ نصرت حق میں ماجور اور مجازاۃ بالمثل میں معذور ہیں۔

اور جو دونوں سے بیزار ہیں وہ ہیں جن کو دین کے ساتھ پہلے ہی سے محبت نہیں اور نہ وہ اطاعت احکام کو ضروری سمجھتے ہیں، نہ ان کو فکر عمل ہے، نہ ان کے قلب میں علماء کی عظمت و وقعت و محبت و عقیدت ہے، ان کو اعمال سے بچنے کا اور علماء پر اعتراض کرنے کا ایک بہانہ مل گیا سو ان کی حالت کا فیصلہ ظاہر ہے، حاجتِ بیان نہیں اور نہ اس سے خطاب کچھ مفید ہے۔

صرف اتمام حجت کے لیے ایک نظیر جواب میں ذکر کیے دیتا ہوں وہ یہ کہ ان صاحبوں کو اگر اتفاق سے کیمیا کی ہوس ہو جاوے اور کسی شخص کے متعلق یقین؛ بلکہ شبہ بھی ہو جاوے کہ یہ اس کو جانتا ہے مگر ان کی ظاہری حالت اس کی تکذیب کرتی ہو تب بھی ان کو کوئی امر اس کی خدمت واطاعت سے مانع نہیں ہوتا محض اسی امید پر کہ اس سے اتنی بڑی دولت مل سکتی ہے اور اس کا دھوکہ باز ہونا بھی ثابت ہو جاوے تو خاص اس سے تو علیحدگی اختیار کرے گا لیکن اگر کسی دوسرے پر اس کا مظنہ ہو جاوے تو یہی معاملہ اس کے ساتھ بھی کرے گا اور بالکل اس شعر کا مصداق ہو جاوے گا۔

طلب گار باید صبور وحمول ❁ کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

کشند از برائے دلے بارہا ❁ خورند از برائے گلے خارہا

سو اگر ان صاحبوں کو دین کی طلب ہوتی تو اس مطلوب کے حاصل کرنے کے لیے یہی معاملہ ان کا علماء کے ساتھ بھی ہوتا گو یا وہ علماء باعمل بھی نہ ہوتے؛ مگر اس کو تو دولتِ علمِ دین ہر حال میں دے سکتے ہیں پھر اس میں دھوکہ بھی نہیں دیتے۔

اگر کسی کو شبہ ہو کہ بعض علماء اپنی غلطیوں کی تاویلیں بھی کرتے ہیں کیا یہ دھوکہ نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ مسائل تو غلط نہیں بتلاتے یا مسائل دانی کا دعویٰ تو غلط نہیں کرتے، نہ ان کی تاویل کا یہ مطلب ہوتا ہے۔

اس کا حاصل تو یہ ہے کہ باوجودیکہ مسئلہ کے خلاف کوئی کام کیا؛ مگر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسئلہ تو اپنے حال پر صحیح ہے مگر ہم نے اس کے خلاف نہیں کیا، سو اس سے دوسرے کو تو کوئی ضرر نہیں پہنچا خود ان کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ آپ بھگتیں گے۔

اور ایک فرقہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نہ کسی کا طرف دار نہ کسی سے بے زار، ان کی حالت بالکل بے خطر و بے ضرر ہے گو ناصر حق سے اس کا اجر کم ہو مگر اس میں ترجیح یہ ہے کہ اس میں احتمال معصیت نہیں۔

اور جس شخص کی نصرت پر حق کا غلبہ موقوف نہ ہو اس کے لیے یہی طرز اسلم اور بے غبار ہے۔

تنبیہ دوم: بعض جہلاء علماء پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے یہاں ہر بات میں اختلاف ہے اب ہم کس کی اتباع کریں، کس کو سچا سمجھیں، کس کو جھوٹا سمجھیں، سو فصل سوم میں جب اس اختلاف کا قرآن وحدیث واقوال اکابر امت سے محمود ہونا ثابت ہو چکا ہے تو اس اختلاف پر اعتراض کرنا حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور اکابر امت پر اعتراض کرنا ہے۔

رہا یہ کہ پھر ہم کس کا اتباع کریں سو اس کا فیصلہ نہایت سہل ہے اور یہ کہ جب کسی مریض کے باب میں ماہرین اطباء کا اختلاف ہوتا ہے یا کسی مقدمہ سے متعلق وکلاء کا اختلاف ہوتا ہے کیا تم سب کو چھوڑ کر مریض کے معالجہ سے اور مقدمہ کی پیروی سے بیٹھ رہتے ہو یا کسی اصول کی بناء پر ان میں سے ایک کو ترجیح دے کر اپنے

مقصود میں مشغول ہو جاتے ہو۔

اسی طرح یہاں بھی ترجیح کے کچھ اصول ہیں جو عقل صحیح سے معلوم ہو سکتے ہیں، ان ہی اصول سے یہاں بھی ایک کو ترجیح دے کر کام میں لگنا چاہیے؛ مگر اختلاف اطباء کے وقت ان اصول کا اعمال (عمل میں لانا) اور اختلاف علماء کے وقت ان اصول کا اہمال (چھوڑ دینا) صرف اس وجہ سے ہے کہ وہاں مقصود دنیوی کو ضروری سمجھتے ہیں اور وہ موقوف ہے اتباع پر اور یہاں مقصود دینی کو ضروری نہیں سمجھتے اس لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔

بعض لوگ اس سے بڑھ کر جہالت پر کار فرما ہوتے ہیں اور یہ مشورہ دیتے ہیں کہ علماء سب جمع ہو کر ایسے مسائل کا فیصلہ کر کے سب ایک شق پر متفق ہو جاویں اس کا حقیقی جواب سمجھنے کے لیے تو علوم شرعیہ میں مہارت کی ضرورت ہے جو ان صاحبوں میں اس وجہ سے مفقود ہے کہ علم دین میں مشغول ہونا ان کے نزدیک من جملہ جرائم وتنزل کے ہے اس لیے ایک سطحی جواب عرض کرتا ہوں وہ بھی کافی ہے۔

وہ یہ کہ کیا اس کے قبل کسی زمانہ میں ایسے علماء وسلاطین نہیں گذرے جنھوں نے اس ضرورت کا احساس کیا ہو اور اس کا انتظام بھی کر سکتے ہوں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو آفتاب نصف النہار کا انکار ہے اور اگر اثبات میں ہے تو اس سے اجمالاً سمجھ لیجیے کہ اس میں کوئی مانع شرعی ضرور تھا جس کے سبب اس کا قصد نہیں کیا گیا تو کیا ایک ممنوع شرعی کی ہم سے درخواست کی جاتی ہے۔ ع

ایں خیال است ومحال ست وجنوں

کیا علماء تمہاری خواہشوں پر اس آیت کو بھول جائیں گے:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ﴾[1]

---

[1] سورۂ بقرہ: آیت: ۱۲۰۔

(اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے گا اور نہ مددگار)

لطیفہ: ایک عالم سے جو کہ فارسی میں احقر کے استاذ ہیں ایک عیسائی نے اعتراض کیا کہ اہل اسلام میں دینی تحقیق کی کمی کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کے اکثر مسائل مختلف فیہ ہیں، اگر کافی تحقیق ہوتی تو سب میں متفقہ فیصلہ ہو جاتا۔

انھوں نے جواب دیا کہ یہی تو دلیل ہے ان کی غایت تحقیق کی کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا جزو بھی بے تحقیق کئے نہیں چھوڑا اور تحقیق کے لوازم عادیہ سے ہے اہل تحقیق میں اختلاف ہو جانا خصوصا جب کہ محل تحقیق معانی میں سے ہو جب کہ مادیات مشاہدہ میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ (ماشاء اللہ نہایت لطیف جواب ہے)

تنبیہ چہارم: ایک عام طریقہ ہو گیا ہے مسائل دینیہ میں جہلاء کا دخل دینا اور دلیل کے مقابلہ میں یہ کہہ دینے کا کافی سمجھنا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ اس کا مذموم ہونا فصل چہارم میں گذر چکا ہے اتنا اور مزید کرتا ہوں کہ یہ حضرات کبھی کسی حکیم وڈاکٹر کی تجویز سننے کے بعد اس کے خلاف رائے ظاہر کر کے یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے یا کسی حاکم وافسر کے سامنے اس کے حکم کے خلاف رائے ظاہر کر کے یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے۔

تو افسوس خدا اور رسول کے احکام کے سامنے یہ کہنے کی کیسے جسارت ہوتی ہے اگر کہا جاوے کہ وہ اللہ و رسول کے احکام ہی نہیں ہوتے یا تو وہ علماء کا اجتہاد ہوتا ہے یا اگر نصوص ہوتے ہیں تو ان کی تفسیر علماء کی ہوتی ہے ہم علماء کے مقابلہ میں کہتے ہیں۔

اس کا جواب ظاہر ہے کہ نصوص کو بھی علماء جیسا سمجھتے ہیں تم قیامت تک نہیں سمجھ سکتے اور اگر ان کا اجتہاد ہے تو وہ اجتہاد بھی ماخوذ نصوص ہی سے ہے اس کے اخذ کا سلیقہ بھی علماء ہی کو ہے تم کو نہیں؛ لہٰذا دونوں حالتوں میں علماء کے مقابلہ میں یہ

کہنا درحقیقت خدا اور سول ہی کے مقابلہ میں کہنا ہے۔

لطیفہ: میرا زمانۂ فراغ درسیات کا قریب تھا کہ ایک وکیل جس کے ساتھ قانون کی کتابیں بھی تھیں ہمارے گھر مہمان ہوئے۔ میں تفریحاً ایک اردو کتاب قانون کی اٹھا کر دیکھنے لگا اور امتحاناً ایک دفعہ کی تقریر ان کے سامنے کر کے ان سے تصویب چاہی انھوں نے کہا کہ اس دفعہ کا یہ مطلب نہیں اور جو مطلب انھوں نے سمجھا تھا وہ جی کو لگتا تھا دیکھئے اردو اپنی مادری زبان اور معمولی عبارت اور سمجھنے والا ایک فارغ طالب علم اور پھر بھی سمجھنے میں غلطی۔

تو یہ بے چارے اردو خواں عربی کو یا عربی کے اردو ترجمہ کو کہ وہ دلالت علی المطلوب میں اور بھی بعید ہو جاتا ہے صحیح صحیح کیسے سمجھ سکتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس سے استنباط کیسے کر سکتے ہیں مجھ کو تو ایسے مدعیان کا منظر دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

گر بہ میر و سگ وزیر و موش راد یواں کنند

ایں چنیں ارکان دولت ملک راویراں کنند

تنبیہ پنجم: بعض لوگوں کو اتفاق میں یہاں تک غلو ہو جاتا ہے کہ کفار سے بھی کامل اتفاق رکھنا چاہتے ہیں حتی کہ ان کے بعض شعائر مذہبی تک کو اختیار کر لیتے ہیں اور حتی کہ بعض مدعیانِ علم جوش اتفاق میں مشرکین کو اہل کتاب ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں[1] اور حتی کہ ان کفار کی خاطر احکام اسلامیہ میں تحریف کرنے کو گوارا کر لیتے ہیں اور یہ ہوا چند روز سے زیادہ چل گئی ہے، فصل پنجم میں اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

تنبیہ ششم: بعض منسوبین الی التصوف میں یہ مرض ہو گیا ہے کہ ان کے یہاں

[1] اس کا ابطال احقر نے اپنے رسالہ ارسال الجنود میں کیا ہے۔ ۱۲ منہ

بدعت وسنت کا فرق ہی لاشئ ہے ان کا مذاق یہ ہے کہ ایسے امور میں نزاع واختلاف ناحقیقت شناسی سے ہے سب کو توسع سے کام لینا چاہیے۔

اور یہ تو ان کا ذکر ہے جو اللہ کا نام لینے والے اور کسی قدر مجاہدہ سے اپنے اخلاق کو درست کر چکے ہیں ورنہ ان میں جو ذکر ومجاہدہ سے محروم ہیں وہ تو اہل حق کے دشمن اور سنت سے نفور ہیں اور متبعین سنت کو برے القاب سے یاد کرتے ہیں اور اپنے تابعین کو ان سے نفرت دلاتے ہیں اور بدعات کو سنن؛ بلکہ فرائض سے بڑھ کر مثل جز وایمان کے اور اللہ ورسول کی محبت کی علامات میں سے ٹھہرا رکھا ہے ان کی بے ہودگی کا تو ذکر ہی نہیں۔

میں ان کا ذکر کرتا ہوں جن میں کچھ اثر ذکر وفکر کا ہے سو ان کا مذاق جس کو وہ مذاق تصوف سمجھتے ہیں یہ کہ ایسے امور میں باہم اختلاف نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ بعض تو جو زیادہ غالی ہیں اسلام وکفر کے اختلاف میں بھی تنگی کو اچھا نہیں سمجھتے اور ان کا مقولہ یہ ہے کہ موسیٰ بدین خود، عیسیٰ بدین خود۔ اور اس کے دلائل اس قسم کے اقوال ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہ صلح کن باخاص وعام

بامسلماں اللہ اللہ بابرہمن رام رام

سو اول تو خدا جانے یہ کس کا قول ہے، دوسرے اگر کسی بزرگ کا بھی ہو تب بھی دو حال سے خالی نہیں اگر قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو اس کو بزرگ کا قول ہی کہنا جائز نہیں اور اگر موافق ہے تو موافقت کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ ان اقوال میں کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے وہ قرآن وحدیث کے معارض نہ رہے، فصل ششم میں بدعت میں توسع نہ ہونے کی تحقیق گزر چکی ہے۔

لطیفہ: میں بالکل نوعمر تھا اور کانپور میں تازہ تازہ مدرسی پر مامور ہوا تھا، والد صاحب مرحوم اتفاق سے ایک مقدمہ کی ضرورت سے الہ آباد آئے اور بیمار ہوگئے،

میں بیماری کی خبر پا کر الہ آباد حاضر ہوا اس زمانہ میں وہاں ایک ولایتی بزرگ تھے محمدی شاہ، ذاکر شاغل با اوقات بزرگ تھے گو صاحب سماع تھے مگر دنیادار نہ تھے اکثر اہل مقدمہ ان کی خدمت میں مقدمات میں دعا کرانے کے لیے جایا کرتے تھے، والد صاحب مرحوم اپنے ساتھ مجھ کو بھی ان کی خدمت میں لے گئے، بہت اخلاق سے پیش آئے اور جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ طالب علم ہے تو فرمانے لگے مولوی اس آیت کا ترجمہ کرو:

﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾[1]

(ہم نے ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریق پر ذبح کیا کرتے تھے سو ان لوگوں کو چاہیے کہ اس امر میں وہ آپ سے جھگڑا نہ کریں، اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے آپ یقیناً صحیح راستے پر ہیں)

دیکھو اس میں نزاع سے منع فرمایا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت آیت میں حضور ﷺ کو نزاع کفار سے منع نہیں فرمایا چناں چہ لاتنازعہم نہیں فرمایا گیا؛ بلکہ کفار کو نزاع رسول سے منع فرمایا ہے چناں چہ لاینازعنک اس میں صریح ہے تو آیت سے تو نزاع اہل باطل مع اہل الحق کی نہی ثابت ہے نہ کہ اس کا عکس؛ کیوں کہ اس کا عکس تو دعوتِ الی الحق ہے جو وادع الی ربک کا مدلول ہے آگے دونوں حکموں کی علت ہے ﴿انك لعلى هدى مستقيم﴾ یعنی چوں کہ آپ ہدی مستقیم پر ہیں اس لیے آپ کو حق ہے کہ دوسروں کو اپنی راہ کی طرف بلائیں اور وہ لوگ ہدی پر نہیں اس لیے ان کو حق نہیں کہ آپ کو اپنی راہ کی طرف بلائیں یہ بسط ہے اس تقریر کا جو شاہ صاحب کے جواب میں عرض کی گئی۔

---

[1] سورۂ حج: آیت: ۶۷۔

شاہ صاحب سن کر بالکل خاموش ہو گئے مگر خوش رہے، اگر کسی طالب علم کو شبہ ہو کہ بعض مفسرین نے فلا ینازعنك کی تفسیر میں فلا تنازعهم کہا ہے تو جواب صحیح نہ رہا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ان بعض کی تفسیر پر مطلق نزاع مراد نہیں؛ بلکہ نزاع خاص مراد ہے یعنی نزاع غیر احسن، فصل پنجم میں تبلیغ ومناظرہ کے متعلق ان دونوں کا فرق گذر چکا ہے اور فصل ششم میں ان آیات کا اشتراک کفار ومبتدعین میں گذر چکا ہے۔

تنبیہ ہفتم: بعض لوگ اختلاف غیر حقیقی کے ساتھ اختلاف حقیقی کا سا معاملہ کرتے ہیں اور اختلاف حقیقی کی بھی وہ قسم جو اصول دینیہ میں ہو کہ اس میں ایک شخص دوسرے کو گمراہ کہتا ہے چناں چہ بعض مدعیان تصوف سلاسل میں ایک دوسرے پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں جس سے دوسرے کی تنقیص ہوتی ہے کوئی چشتی کو بڑھاتا ہے اور نقشبندی کی اہانت کرتا ہے کوئی بالعکس اس کا حکم فصل ہفتم میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس اختلاف میں کوئی محذور نہیں؛ بلکہ یہ اختلاف ہی نہیں محض تعدد طرق ہے جیسے ایک کراچی سے حج کو چلا گیا، دوسرا بمبئی سے اس میں کسی کی تنقیص کرنا جہل محض اور تعصب قبیح ہے۔

تنبیہ ہشتم: مسئلہ اتفاق کے متعلق اکثر محرکین اتفاق اپنی تقریروں میں ایک غلطی کرتے ہیں وہ یہ کہ ان مقررین کا بالعموم یہ شیوہ ہو گیا ہے کہ دلائل تکوینیہ سے بھی اپنے مدعا کی اس طرح تائید کیا کرتے ہیں کہ دیکھو زمین کے اجزاء میں اگر اجتماع واتفاق نہ ہوتا تو اس پر ہمارا استقرار نہ ہو سکتا، اگر آسمان کے اجزاء میں اتفاق نہ ہوتا تو ہم اس کے منافع سے محروم رہتے، ان سب کی ذات اور منافع کا وجود اتفاق ہی پر موقوف ہے۔

اس استدلال کا غلط ہونا ظاہر ہے کیوں کہ یہ اتفاق تکوینی اگر استحسان اتفاق (اختلاف کے اچھا ہونے) کی دلیل ہو سکتی ہے تو اسی طرح اختلاف تکوینی جس کا ذکر فصل ہشتم میں ہے استحسان اختلاف کی بھی دلیل ہو سکے گی، ولم یقل به احد۔

لطیفہ: جب میری شادی ہوئی تو برادری کے ایک ممتاز شخص کو جن سے والد صاحب مرحوم کی کچھ کشیدگی تھی والد صاحب نے دعوت میں شرکت کے لیے مجھ سے رقعہ لکھوایا، میں نے اس میں اتفاق کے محاسن میں اجتماع اجزاءِ ارض وسماء کا بھی ذکر کیا تھا انھوں نے جواب میں وہ حدیث ذکر کی جس میں باہم آسمانوں میں اور زمینوں میں پانچ پانچ سو برس کا فصل وارد ہے اور لکھا کہ یہ حدیث افتراق کے استحسان پر دال ہے، اور کما قال، اب مجھ کو سوچنے سے اپنی کمزوری یاد آتی ہے کہ واقع میں میرا استدلال ہی لاشی تھا اس لیے اس کا جواب بے شک لاجواب ہے اور اس غلطی استدلال کے ذکر کا وعدہ فصل ہشتم کے اخیر میں گذرا ہے۔

تنبیہ نہم: بعض لوگوں کو قرآن مجید کا حقیقی نزول سات قراءت میں اور حکمی نزول سات لغات میں جن کو حدیث سبعہ احرف فرمایا گیا ہے سن کر قرآن مجید کے محفوظ قطعی ہونے پر نعوذ باللہ شبہ ہو جاتا ہے کہ محفوظ قطعی میں اختلاف کیسا؟۔

اس غلطی کا منشاء یہی ہے کہ اختلاف کے معنی تعارض کے سمجھ گئے جس میں ایک کا اثبات دوسرے کی نفی ہے۔

ایسا تعارض فی الواقع منافی محفوظیت (محفوظ رہنے کے منافی) ہے مگر یہاں تو اختلاف ہی نہیں، صرف تعدد ہے اور حفاظت جیسے امر واحد کی ہو سکتی ہے امور متعددہ کی بھی ہو سکتی ہے، چناں چہ سبع قراءت کا اس وقت تک محفوظ ہونا اور سبعہ احرف کا جب تک وہ باقی تھے محفوظ رہنا مشاہد ہے فصل نہم میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

تنبیہ دہم: بعض اہل باطل کو نسخ احکام پر یہ شبہ ہو گیا ہے کہ نسخ فرع ہے تعارض کی اور متکلم واحد کے دو کلاموں میں تعارض ہونا مستلزم ہے متکلم کے یا ذہول عن الکلام السابق کو یا جہل عن مصلحۃ الکلام اللاحق کو اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے پس نسخ ہی منفی ہے۔

جواب اس کا ظاہر ہے کہ ان دونوں حکموں میں محض صورۃً تعارض ہے۔ حقیقتاً تعارض نہیں بوجہ اختلاف ازمنہ حکم کے۔ جیسا کہ طبیب ماہر کے نسخوں میں خاص یہ اختلاف ہوتا ہے کہ وہ اوّل منضج کا نسخہ تجویز کرتا ہے پھر مسہل کا پھر تبرید کا پھر تقویت کا اور یہ سب وہ پہلے ہی سے تجویز کر لیتا ہے کہ مختلف اوقات میں یہ سب نسخے علی الترتیب استعمال کراؤں گا وہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہوتا پس اشکال کی بناء ہی منہدم ہے، لہٰذا اشکال بھی منعدم ہے اس کا تعارض حقیقی نہ ہونا فصل دہم میں مذکور ہو چکا ہے۔

التفریع علی المجموع۔ مجموعہ اجزاء رسالہ سے امور ذیل ثابت ہوئے۔

۱۔ اختلاف کے اقسام عشرہ میں سے اختلاف مذموم صرف چار اختلاف ہیں یعنی قسم دوم و چہارم و پنجم و ششم، اور وہ جانبین سے نہیں؛ بلکہ صرف صاحب باطل کی طرف سے، باقی صاحب حق کی طرف سے تو یہ اقسام بھی محمود اور مطلوب ہیں بقیہ چھ اقسام تو علی الاطلاق محمود ہیں، اور اگر قسم ہشتم کو اس وجہ کی بناء پر جو کہ فصل ہشتم میں مذکور ہے ان اقسام میں سے مستثنیٰ کر دیا جائے تب بھی اختلاف محمود کی پانچ قسمیں رہ جاتی ہیں۔

تو ہر حال میں زیادہ اقسام اختلاف کے محمود ہی رہے ایک صورت میں چھ قسمیں اور ایک صورت میں پانچ قسمیں اور دوسری جانب چار ہی قسمیں ہیں پس علی الاطلاق اتفاق کو محمود اور اختلاف کو مذموم کہنے کا حکم غلط ہو گیا۔

۲۔ اختلاف محمود کے بعض اقسام وہ بھی ہیں کہ وہ صرف محمود ہی نہیں؛ بلکہ شرعاً واجب اور ان کے مقابل اتفاق شرعاً حرام ہے ان سب کی تفصیل فصول سابقہ میں جدا جدا مذکور ہو چکی ہے اور ساتھ ساتھ دلائل بھی مذکور ہوئے ہیں بعض دلائل بطور تتمہ کے اور بھی ذکر کرتا ہوں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقال اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾[۱]

(اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو تجویز کر رکھا ہے پس یہ تمہارے دنیا کے باہمی تعلقات کی وجہ سے ہے پھر قیامت میں تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہو جاوے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا)

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَقَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾[۲]

(ان لوگوں نے کہا کہ سب آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح اور ان کے متعلقین کو جا ماریں گے پھر ہم ان کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم ان متعلقین کے مارے جانے میں موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں اور انھوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی)

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ﴾[۳] وغيرها من الآيات.

(اس واقعہ کا ذکر کیجئے کہ لوگ آپ کی نسبت سے تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا)

وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لأبي ذر يا أباذر أي عرى الإيمان أوثق؟ قال الله ورسوله أعلم قال الموالاة في الله والحب في الله والبغض في الله (رواه البيهقي في شعب الايمان)

اے ابوذر ایمان کا کون سا کنڈا اور کڑا سب سے زیادہ مضبوط ہے عرض کیا اللہ ورسول اعلم نبی

[۱] سورۂ عنکبوت: آیت: ۲۵۔ [۲] سورۂ نمل: آیت: ۴۹-۵۰۔ [۳] سورۂ انفال: آیت: ۳۰۔

کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے دوستی، اللہ کے لیے محبت، اللہ کے لیے عداوت)

وعن أبي ذر في حديث طويل قال النبي ﷺ إن أحب الأعمال إلى الله تعالىٰ الحب في الله والبغض في الله

(رواه احمد وروى ابوداؤد الفصل الاخير)

(حضرت ابوذر نے ہی ارشادِ نبوی نقل کیا ہے، اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے عداوت ہے)

وعن أبي رزين في حديث طويل أنه قال انه له رسول الله ﷺ أحب في الله وابغض في الله (رواه البيهقي مشكوٰة)

(اللہ ہی کے لیے محبت کرو اور اللہ ہی کے لیے نفرت کرو)

۳- جب بعض افراد اتفاق کے حرام اور بعض افراد اختلاف کے واجب ہوئے اور واجب غیر ہے حرام سے، تو ثابت ہوا کہ بعض اختلاف خیر ہے، اتفاق سے اور بعض اتفاق شر ہے اختلاف سے، عارف رومی اسی باب میں فرماتے ہیں ؎

جنگ ہا بین کاں اصول صلح است ❁ چوں نبی کہ جنگ او بہر خداست

طرفہ آں جنگے کہ اصل صلحہا ست ❁ شاد آں کایں جنگ او بہر خداست

غالب است وچیر بر ہر دو جہاں ❁ شرح ایں غالب نگنجد در دہاں

ذرۂ کو محو شد در آفتاب ❁ جنگ او بیروں شد از وصف وحساب

چوں ز ذرہ محو شد نفس ونفس ❁ جنبش اکنوں جنگ خورشید ست وبس

رفت از وے جنبش طبع وسکوں ❁ ازچہ از انا الیہ راجعون

(خطبہ دفتر سادس)

۴- جب بعض اختلاف محمود؛ بلکہ واجب بھی ہے اور جو اختلاف مذموم ہے وہ بھی مطلقاً نہیں؛ بلکہ صرف صاحبِ باطل کی طرف سے جیسا ابھی نمبر (۱) میں بھی گذرا

ہے تو ہر نااتفاق کے وقوع پر بعض لوگوں کا جانبین کو ملامت کرنا یا بلا تحقیق ایک پر ملامت کرنا ظلم ہے؛ بلکہ سب سے اوّل اس کی تحقیق ضروری ہے کہ کس کا اختلاف محمود ہے کس کا مذموم۔ پھر صاحب محمود کی نصرت اور صاحب مذموم پر ملامت کا حق ہے اور اشتباہ کی صورت میں سکوت واجب ہے جیسا تنبیہ اوّل میں مفصلاً بیان کیا گیا ہے۔

۵- جو دلائل مطلوبیت اتفاق کے ہیں وہ مطلق نہیں؛ بلکہ ان کے خاص محامل ہیں جیسے دلائل مطلوبیۃ اختلاف کے بھی خاص محامل ہیں ان سب کی تفصیل فصول رسالہ میں مذکور ہوئی ہے۔

ان دلائل مطلوبیۃ اتفاق میں سے ایک خاص دلیل کے متعلق جو کہ کثیر الدور علی الالسنۃ (زبانوں پر بہت آنے والی) ہے ایک خاص غلطی عام ہو رہی ہے اس کا مختصر دفع بطور تتمہ کے ضروری سمجھتا ہوں وہ دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا﴾[1]

(اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کے سلسلے کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نااتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ دشمن تھے بس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے)

اور وہ غلطی یہ ہے کہ یہ اس آیت میں دو لفظ لیتے ہیں ایک جمیعاً کہ اجتماع پر دال ہے۔ دوسرا لاتفرقوا کہ افتراق سے ناہی (مانع) ہے اور اس کی قید پر نظر نہیں کرتے اس لیے محل بے محل اس کو استدلال میں پیش کر دیتے ہیں، یہ ہے وہ غلطی عام۔

اور دفع اس غلطی کا اس قید میں نظر کرنا ہے وہ قید اعتصام بحبل اللہ کی ہے جس کی تفسیر احکام دینیہ کا التزام اعتقادی و عملی ہے۔

---

[1] سورۂ آل عمران: آیت: ۱۰۳۔

تقریر مدلول آیت کی بلحاظ قید یہ ہے کہ تم سب اعتصام اختیار کرو اور اس میں تفرق مت کرو کہ کوئی اعتصام اختیار کرے، کوئی نہ کرے، پس مقصود بالذات اعتصام ہے نہ کہ اجتماع، اور منہی عنہ ترک اعتصام ہے نہ کہ تفریق۔ پس اگر اعتصام میں تفرق ہوتا ہو اس طور سے کہ بعض نے اعتصام کیا، بعض نے نہ کیا اور اس تفرق سے بچنے کے لیے اعتصام کو نہ چھوڑیں گے؛ بلکہ اعتصام کے لیے تفرق کو گوارا کرلیں گے اور اگر ترک اعتصام سے اجتماع حاصل ہوتا ہو اس طور سے کہ سب نے اعتصام ترک کردیا اور بے دینی پر مجتمع ہوگئے تو اس اجتماع کے لیے اعتصام کو ترک نہ کریں گے بلکہ اعتصام کے لیے اجتماع کو ترک کردیں گے۔ خوب سمجھ لو۔ یہ تو دفع ہے غلطی کا۔

اور اس آیت میں ایک فائدہ عظیمہ علمیہ وعملیہ متعلقہ اتفاق پر بھی دلالت ہے یعنی اس میں اتفاق واجتماع مطلوب کے حاصل ہونے کا ایک سہل اور کامیاب طریقہ بھی بتلایا گیا ہے وہ طریقہ[1] یہ ہے کہ سب مل کر احکام الٰہیہ کا اتباع کرنے لگیں اس سے خود بخود بلا کسی تدبیر مستقل کے لزوماً اتفاق پیدا ہوجاوے گا ورنہ بدون اس کے بڑی سے بڑی تدبیر بھی ناکام ہے۔

اوّل تو حدوث ہی میں ورنہ بقا میں تو ضرور۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ ایسا اتفاق

---

[1] قولہ وہ طریقہ یہ ہے الخ میں کہتا ہوں کہ احکام الٰہیہ کے اتباع کا اصل مبنیٰ ہے ترک ہویٰ؛ کیوں کہ جب تک ترک ہویٰ نہ ہو اس وقت تک صحیح طور پر اتباع احکام الٰہیہ ہی نہیں ہوسکتا، اس لیے اب اتفاق کا اصل مبنیٰ ترک ہویٰ قرار پایا۔

پس جو لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اتفاق واتحاد ہو ان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اپنے کو حق تعالیٰ کی خواہش کے تابع بنادیں اور جو خدا اور رسول کا حکم ہو اس کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل کریں اور اگر اس پر صحیح طور پر عمل کیا جاوے گا تو ان شاء اللہ مسلمانوں میں نہ دنیاوی اختلافات رہیں گے اور نہ مذہبی فرقہ بندیاں۔ اور جو اختلاف افہام کے تفاوت وغیرہ سے باقی رہے گا وہ اختلاف کی حد میں رہے گا اور مخالفت ومخاصمت کی حد تک نہ پہنچے گا۔

اور ترک ہویٰ کا مبنیٰ ہے تواضع اس لیے یہ کہنا بھی نہایت صحیح ہے کہ مبنیٰ اتفاق کا تواضع ہے اس لیے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ترک کبر اور تحصیل تواضع کی کوشش کریں تاکہ اس سے ترک ہویٰ حاصل ہو اور اس سے امتثال اوامر الٰہیہ واجتناب عن نواہیہ اور اس سے اتفاق واتحاد۔ یہ تفصیل ہے حضرت حاجی (شاہ امداد اللہ) صاحب قدس سرہ کے اس مختصر ملفوظ کی (جس کو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے روایت کیا ہے) کہ اتفاق کا اصل مبنیٰ تواضع ہے ۱۲، حبیب احمد کیرانوی۔

اغراض پر مبنی ہوگا اور اغراض میں تبدل ہوتا رہتا ہے۔

اسی کے ساتھ اتفاق بھی رخصت ہو جاوے گا۔

اور جو اتفاق احکام الٰہیہ پر مبنی ہوگا چوں کہ احکام بدلتے نہیں اس لیے وہ اتفاق بھی باقی رہتا ہے اور ایسی تدبیر کے غیر نافع ہونے کی طرف دوسری آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ﴾[1]

(وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے قوت دی اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے؛ لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کرایا)

یہ مجمل تقریر ہے آیت اعتصام کے دو مدلولوں کی ایک دفع غلطی متعلق اتفاق اور دوسری تعلیم و تدبیر اتفاق۔

اور مفصل تقریر مدلول اوّل کی احقر کے وعظ الاعتصام بحبل اللہ کے ثلث دوم میں جو اسی آیت کے بیان میں ہے اور مدلول ثانی کی وعظ الاتفاق کے ثلث دوم میں اور ورق اخیر میں ایک دوسری آیت کے بیان میں ہے شائع ہو چکی ہے اگر شوق ہو ملاحظہ فرمالیا جاوے۔

الحمدللہ رسالہ ختم ہوا اور غالباً اپنے موضوع میں یہ پہلا رسالہ ہے۔ واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

لیوم النحر من ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ

[1] سورۂ انفال: آیت: ۶۲-۶۳۔